بسم اللہ الاول الآخر الرحمان الرحیم

معاشرت انسانی

مصنف : محمد نبراس

”وَاعۡبُدۡ رَبَّکَ حَتّٰی یَاۡتِیَکَ الۡیَقِیۡنُ ○

.... [اور، تامرگ اپنے رب کی مانتا چلا جا!] ....

اللہ خالقِ کلِ شئی (تعالیٰ شانہٗ) نے معاشرت کے ضوابط دوطرح سے تعلیم فرمائے۔(۱) شرعی (۲) وجدانی۔

شرعی۔ جس انسان کو اپنے اور دیگر انسانوں کے درمیان واسطۂ وصول وحصول بنایا، وہ اسکا نبی اور رسول کہلایا (علیہم الصلوٰۃ والسلام)۔اُس محترم نے جو سکھایا، شریعت کہلایا۔

وجدانی۔ جو انسان کی باطنی قوتوں سے حاصل ہوں۔[تجربہ اور مشاہدہ اسی سے متعلق ہیں۔]

حیاتِ انسان کا ہر لمحہ اسکے خالق کا متعین کردہ ہے۔زندگی کے ہر تغیر کے سبب پیش آنے والی ہر صورتِ حال سے عہدہ برآ ہونے کے قواعد بھی اسی حاکمِ اعلیٰ نے مرتب فرمائے ہیں۔ان سے روگردانی خود انسان کے لئے اسکے مقصود سے محرومی کا اصل سبب ہوگی۔یہ مقصود جہاں بقاءِ نسلِ انسانی الیٰ حین ہے، وہاں اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے آگے سر جھکا کر حیات جاودانی اُخروی کے انعامات لافانی کا حصول بھی ہے جو انسان کا مقصودِ حقیقی قرار پایا کہ فرمایا: ”جسنے آخرت کا ارادہ کیا اور اسکے واسطے سعی پیہم کی دراں حال کہ وہ نعمت ایمانی سے مالا مال ہو تو انہی کی کاوشیں سعی مشکور کا رتبہ پائیں گی“۔(بنی اسرائیل) اسباب حیاۃ دنیا مطلوبِ مؤمن نہیں بلکہ یہ حیاتِ عقبیٰ کا ثمن ہے جسکے لئے آیا ہے:
”ما الحیاۃ الدنیا فی الآخرۃ الّا متاع ○“ [دنیا کی پونجی قیمت ہے آخرت کی۔]

شریعت:۔ نبی اللہ المکرم ﷺ نے جو کچھ تعلیم فرمایا، شریعت کہلایا۔جو ’الفقہ‘ بھی کہلائی۔یہ دو شعبہ ہے:
(۱) الفقہ الاکبر۔یہ اعتقاد سے متعلق ہے۔(۱) الفقہ الاصغر۔یہ عملی زندگی سے متعلق ہے۔

یہ ’الفقہ‘ جہاں اعتقاد پر مبنی ہے وہاں محفوظ وجدان کے حصول کا ذریعہ بھی ہے۔اسی ذریعہ کو عرفاً ’طریقت‘ کہا جاتا ہے۔گر یہ ایمان کی مضبوط چٹان (پیر طریقت) پر قائم ہو تو معرفت کہلائیگا اور انسان کو اسکے مالک سے ملائے گا ورنہ اس سے کچھ فوائدِ دنیا ضرور حاصل ہونگے۔

وجدان:۔ آئینہ کی صفائی اور سلامتی بصیرت اسکے لئے شرطِ اول اور صحیح سمت میں راہ نمائی اسکی ضرورت ہے۔ان کے حصول کا ذریعہ وہ ہوگا جو نبی اللہ سے غیر منقطع سلسلہ کے ذریعہ صلاحیتِ وصول کا حامل ہو۔(یعنی ولی اللہ)

معاشرتی زندگی۔ دو افراد کے محترم طور پر مل کر رہنے سے انسانی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔اس قابلِ احترام عمل کو شادی کہتے ہیں۔
عقدِ نکاح میں تاحینِ حیات مل کے رہنے کا معاہدہ ہوتا ہے اور نکاح میں ایک دوسرے میں ضم ہونے کا مفہوم لازم ہے۔جسکی وجہ سے یہ امر ازحد ضروری ہوا کہ ہر دو کے درمیان ذہنی ہم آہنگی پائی جائے۔اسی لئے عقدِ نکاح سے پہلے ہر دو عاقدین کا باہم راضی ہونا انعقادِ نکاح میں بنیادی قرار دیا گیا ہے۔یہ اسلئے بھی ضروری ہے کہ اس انضمام کا جو فطری نتیجہ برآمد ہوگا (اولاد) وہ بھی مل جل کر رہنے کے لئے تیار ہوگا۔
پہلے دو افراد جو معاشرہ کی بنیاد بن رہے ہیں، ایک دوسرے کو دیکھ کر دلدار بنیں گے اور انضمام کا سکون بخش عمل انکی اس دلداری کو قوی اور مدامی بننے کا ضامن ہوگا۔یوں اعدادِ انسانی نہ صرف مل جل کر معاشرہ کو ترقی دیں گے بلکہ الفت ومودّت کو بھی پروان چڑھائیں گے۔اسکا لازمی نتیجہ باہمی اُنس ہوگا جو جذبۂ ایثار کی اصل اور معنیٰ ’انسان‘ کی کامل تشریح ہے۔اسطرح ایک دوسرے کے حقوق خود ادا کرنے والا دل، زندگی میں فعّال ہوگا تو کسی کو بھی طلبِ حق کی تکلیف دہ کاوش نہ کرنا پڑیگی اور ہر ہر فردِ معاشرہ اپنے فرائض خود ادا کر کے معراجِ انسانی کو

پالیگا، اور یہی ہے مقصودِ شریعتِ مطہرہ۔

معاہدہ عِنا حیات:

عقدِ نکاح میں والدین کی حیثیت کو ملحوظ رکھنا نہایت اہم عنصر ہے۔ جو دو وجود ان عاقدَین کے وجود میں آنے کے ذمہ دار ہیں، اس شادی میں انکے دلوں کا شاد ہونا انکے حقوق کی نسبت سے ایک لازمی امر ہے۔ انہیں نظر انداز کرنا ایک غیر انسانی اور یقیناً نقصان دہ غلطی ہے جو قابلِ قبول نہیں۔

لڑکی کا والدین وغیرہ سے چھپ کر کسی سے نکاح کرنا معاشرے میں بے مروتی اور عدمِ استحکام کا سبب بننے کے ساتھ حقوقِ انسانی کو بھی تلف کرنے کا ایک برا مظاہرہ ہے۔ یہ کیونکر قابلِ قبول ہوسکتا ہے کہ جنہوں نے جننے کی تکالیف اور پالنے کی مشکلات برداشت کیں اور ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرکے بیٹی کو جوان کیا، کوئی آکر اسے اُچک لے جائے اور والدین و دیگر رشتہ دار بدنامی کا صدمہ سہتے رہجائیں۔ جو اس لڑکی کے اول مالک ہوں انکے حقوق، حقوقِ انسانی ہی نہ شمار کئے جائیں؟ اس برائی کو روکنا گورنمنٹ کی اہم ذمہ داری قرار دی جائے۔ اور عدالتی شادی کی حوصلہ شکنی کی جائے۔ غیر شرعی قانون منسوخ کرکے اسلامی قانون نافذ کیا جائے۔

عقدِ نکاح:

کم از کم دو مردوں کی گواہی میں نکاح کرنے والے مرد اور نکاح کرنے والی عورت میں سے ایک فرد، دوسرے سے کہے، 'میں نے تجھ سے نکاح کیا' اور فردِ ثانی کہے میں نے قبول کیا؛ ~~جبکہ انکا یہ کہنا شرعی اصول کے مطابق ہو۔ نکاح مکمل~~ ہونے پر مَہر بذمہ شوہر لازم ہوجاتا ہے جو حسبِ فرمائش بیوی واجب الادا ہوتا ہے اور معاف کرایا جاتا ہے۔ {مہر آجکل کے اعتبار سے کم از کم تین ماشہ سونا کے برابر ہونا چاہئے} حسبِ رواج، بیوی کو اسکا شوہر بطور تحفہ دے، وہ اس عورت کا ہوجاتا ہے جو نا قابلِ واپسی ہے۔ اگر صرف استعمال کے لئے دے تو وہ چیز شوہر ہی کی ملک رہیگی۔ شوہر پر بیوی کا کھانا، کپڑا اور رہائش کے ساتھ علاج بھی ہوتا ہے۔ کبھی کبھار اسکے مائکے لیجانا بھی۔ بیوی پر شوہر کی اور اسکے والدین کی خدمت، املاکِ خانہ اور اسکی چھوٹی اولاد کی حفاظت اور دیگر خدمت ہوتی۔ بیوی شوہر کو خود پر غلبہ دینے کے عوض اس سے مہر پہلے ہی لے چکی ہوتی ہے ورنہ، مطالبہ کی حقدار ہوتی ہے۔ بیوی اگر روٹھ جائے اور غلطی شوہر کی نہ ہو اور وہ اسے واپس آنے کا کہے مگر بیوی نہ آئے تو مذکورہ بالا اخراجاتِ زوجہ بذمہ شوہر نہ ہونگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، . الکذبُ یُھلک[جھوٹ تباہ کرتا ہے ۔]

جہاں سرشتِ انسانی میں غصہ ہے وہاں اسپر قابو پانے کی قوۃ بھی ہے اور زیادتی سہنے کی صلاحیت بھی۔ یہ خوبیاں مردمیں بہ نسبت عورت کے زیادہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مرد کو قوی مانا جاتا ہے۔ دوسرے کی جان پر زور آزمانے کی بجائے ہر مرد کو خود پر قابو پانے کیلئے اپنی یہ قوۃ استعمال کرنا ہوگی۔ اسی لئے بہترین استاذ آخری نبی اللہ ﷺ نے فرمایا: 'قوی ترین وہ نہیں جو دوسروں کو گرادے، بلکہ وہ ہے جو خود پر قابو پالے۔'

کمزور کو کیا گرانا؟ گر طاقت ور ہو تو خود پر قابو پا کر دکھاؤ!

ووصینا الانسان بالدیہ. و انّی لتارکٌ فیکم .... کتابَ اللہ.(القرآن و السّنۃ)

باپ، ماں: انسانی زندگی میں سب سے اہم یہ ہر دو فرد ہیں۔ یہی اولاد کی اصل ہیں اور اسکی سب سے زیادہ ذمہ دار بھی۔ باپ پر فرض ہے کہ اولاد کی قلبی حفاظت، ذہنی تربیت اور مفید تعلیم کے لئے ہر ممکن کوشش کرے۔ ماں اولاد کو بگڑنے سے بچانے میں بہ نسبت کسی اور کے زیادہ کردار ادا کرے گی۔ کیونکہ بچے، گھر میں اسی کے پاس ہوتے ہیں اور اُسکے رویہ سے اُس جیسے بنتے ہیں۔

باپ اور ماں ایک دوسرے میں جس قدر دلچسپی لیں گے، ذہنی طور پر ایک دوسرے کو قبول کرینگے، اچھے خلق کا مظاہرہ کریں گے، اولاد بھی اسی روش پر ہوگی؛ (الولد الحر یقتدی بآبائہ الغر) اور ہر مقام پر والدین کا آئینہ ہونے کے سبب انکے لئے نیک نامی کمائیگی۔ انکا نیک نام ہونا بھی والدین کیلئے نیک یادگار ہوگا۔ (کنوں نامِ نیک است از و یادگار)

والد ہی اول ذمہ دار ہے؛خواہ تعلیم (.Education) ہو،خواہ تربیت (.Training) خواہ بطور نمونہ (.Model) خواہ مثالی شخصیت (.Ideal) ،اسی کو یہ اہم ذمہ داری ادا کرنا ہے کہ انسان کی اولا د انسانیت کا عمدہ نمونہ ہو۔اس رخ سے ماں کی حیثیت ثانوی ہے۔

قرآن ہی وہ معیار ہے جس پر نفع و نقصان کی پرکھ ممکن ہے۔(حدیث اسی کی تعبیر و تکمیل ہے۔) کہ حضرت خاتم الانبیا ﷺ نے فرمایا: کتاب دیئے جا رہا ہوں،اس سے وابستہ رہتے ہوئے،تم راہ سے نہ ہٹو گے۔(البخاری وغیرہ،ذکرالحج)۔چنانچہ یہ مسئلہ قرآن میں چند مقامات پر مذکور ہے کہ باپ (ورنہ کوئی مرد معلم) شخصیت سازی کریگا،جس میں عورت کا دخل ضمنی ہوگا نہ کہ بنیادی۔(ا۔) حضرت آدم،حضرت نوح وحضرت حضرت ابراہیم،حضرت زکریا وحضرت لقمان علیہم السلام کا بیٹوں کو سکھانا۔(۲۔) حضرت زکریاؑ کا حضرت مریم کو گود لینا۔اور سب سے بڑی بات،سارے ہی انبیا ﷺ کا مرد ہونا۔پھر یہ بھی کہ حضرت جبریل امین کا بصورت مرد حاضر خدمت ہوتے رہنا۔قابل غور ہے کہ حضرت محمد مصطفٰے اشرف انبیاء علیہ تحیۃ وثناء کا باوجود یتیم پیدا ہونے کے،والدہ وغیرہ سے تعلیم نہ پانا۔

اس کے علاوہ کئی حدیثیں اس مضمون کی وارد ہوئی ہیں کہ والد تعلیم وَلَد کا ذمہ دار ہے پھر کیا وجہ ہے کہ بچوں کو عورتوں کے حوالہ کر دیا جاتا ہے؟ اس معاملہ میں جہاں باپ قصوروار ہے وہاں مغرب کی ذہنی تابع دار حکومت بھی جواب دہ ہے کہ آج تک تو مرد تعلم معاشرہ کی ذمہ داری ادا کرتا چلا آیا ہے،اب مغرب کے ڈالروں کے عوض عورتوں کو،جہاں کوئی مجبوری نہیں ہوتی،یہ ذمہ داری سونپی جا رہی ہے؟عورتوں کے علاج کیلئے مرد ڈاکٹرز،اور مرد کی تعلیم کے لئے عورتیں؟ ؎ لوٹ پیچھے کی طرف اے گردشِ ایام تو!

والدین ہی تمام امور خیر و شر میں ذمہ دار ہیں اور باپ دادسب سے زیادہ۔اسی لئے یہ احادیث آئی ہیں:(۱)۔تیری جنت تیرے باپ کے پیروں تلے ہے۔(۲)۔تیری جنت تیری ماں کے پیروں تلے ہے۔(۳)۔تیری جنت تیرے باپ اور ماں کے پاؤں تلے ہے۔ان حدیثوں کا مطلب یہ ہے کہ جیسا چال چلن وہ تجھ سکھائیں گے ویسا ہی تو بنے گا۔انہوں نے ہی تجھے جنت کے قابل بنانا ہے۔وہ خود جو چال چلتے ہوں گے تو بھی وہی چلے گا۔پہلے یہ حدیث مذکور ہو چکی کہ: ''الولد الحر یقتدی بآبائہ الغر۔''(۴)۔ <u>تیرا باپ تیری جنت کا بڑا دروازہ۔</u> یعنی

<u>بھائی / بہن</u>:ایک جڑ کی دو شاخیں،ایک تنے کی دو ٹہنیاں،ایک ٹہنی پر دو پھول،ایک سر کی دو آنکھیں۔ایک آنکھوں کا نور تو دوسری دل کا سرور جنہیں ہنستا بولتا دیکھ کر وہ دونوں خوش ہوں جنہوں نے انہیں جہانِ رنگ و بو میں لا بسایا ہو،بستا پا کر انکا دل باغ باغ ہوتا ہو۔پیار کے درخت پر اپنائیت کا جھولا جھلا کر جنہوں نے پالا ہو۔ارمانوں کا جہان بسایا ہو۔زندگی کا خزانہ اور آخرت کی پونجی بنایا ہو۔

جب باپ ماں سانجھے ہوں تو پیار کیوں نہ؟اپنوں سے پیار!پیدا کرنے والے نے تو فرمادیا:ایمان والے پیار والے۔اخوت کا معنٰی ہی بھائی چارہ،دوستی۔جو دوئی کو مٹاتی ہے؛ایک بناتی ہے۔اسی بات کو سمجھتے ہوئے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہؓ کو ملک سونپ دیا۔اور سارے صحابہ و تابعین بھی یہی چاہتے تھے کہ،جسکا کام اسی کو ساجھے!اسطرح دنیا میں امن کا دور دورہ ہوا۔جسطرح بھی ممکن ہو آپس میں جڑ کر رہنا چاہئے؛خواہ کچھ دینا ہی کیوں نہ پڑے۔

زندگی میں نیا پن۔

شادی کے معاملہ میں جسمانی حسن کو ہی دیکھا جاتا ہے۔حالانکہ تعلق کے بگاڑ میں دخل ذہنی یکسانیت کے نہ ہونے کا ہوتا ہے اور پھر لالچ کا۔انسانی معاشرہ میں بگاڑ لانے میں ان دو چیزوں کا دخل ہے۔لٰھذا رشتہ کرنے سے قبل مزاج اور عادات کو دیکھا جانا چاہئے۔معلمِ انسانیت ختم الرسل ﷺ نے اسی لئے فرمایا: ''...دین کی خوبی کو اوّلیت دیجائے'' (مفہوما)۔ دینِ اسلام میں ساری خوبیاں موجود ہیں۔

شادی ایک نئے خاندان کی بنیاد رکھنے کا نام ہے۔اس نسبت سے اولاد کے ذہن میں اس بات کا بٹھانا ازحد ضروری ہے کہ رشتہء ازدِواج تاحیات باقی رکھنے والا معاملہ ہے،نہ کہ کچھ عرصہ کے کھیل کا نام۔لفظِ نکاح میں ضم کا معنٰی ہی یہ تقاضہ کرتا ہے کہ یہ تعلق تا دمِ آخریں برقرار رہنا چاہئے۔یہ انسانی جوڑے کا ملاپ ہے نہ کہ گائے بیل کا،کہ عارضی تعلق،ایک سفلی مطلب کے حصول تک محدود۔بلکہ یہ تعلق ایک کا دوسرے سے

قلبی تعلق ہوتا ہے جو انسان کو یہ شعور بخشتا ہے کہ ایک کا دکھ دوسرے کا دکھ اور ایک کا سکھ دوسرے کا سکھ قرار پانا چاہئے۔ یہ خوشی، غمی، تنگی، فراخی صحت، بیماری، وغیرہ میں ساتھ نباہنے کا سبق دیتا ہے۔ دوسرے کو بوجھ سمجھ کر اتار پھینکنے کا نہیں بلکہ اٹھانے کا سبق۔ لد جانے کا نہیں بلکہ لاد لینے کا سبق۔ ہر دو کو ایک دوسرے کا احساس کرنا ہوگا۔

المیہ: عورت شادی سے قبل اپنے ذہن میں اپنے لیئے ایک تصوراتی جہان کا جالا بُن لیتی ہے۔ دراصل اسے جننے والے ہر دو فرد ذہناً ہم آہنگ نہ ہونے کی وجہ سے، گھر کو ایک آرام دہ ٹھکانا نہیں بنا پاتے، بلکہ چپقلش، نا آسودگی اور پامال زندگی کا تکلیف دہ قید خانہ بنا دیتے ہیں جو اولاد کو خوابوں کی دنیا کا باسی بنا دیتا ہے۔ نتیجہ میں لڑکی اپنے لیئے ایک خود مختار اور جنت نما آشیانہ گھڑ لیتی ہے جو حقیقی دنیا سے دور، بہت دور! ہوتا ہے۔ خواب بھی بھلا کبھی حقیقت ہوتے ہیں؟

رضاعت، مصاہرت (سُسر اور ساس):

بچہ کو جنم دینے والی ماں کے علاوہ دوسری کوئی عورت اگر اڑھائی سال سے کم عمر والے بچہ کو اپنا دودھ پلائے تو وہ اور اسکا وہ شوہر جسکی وجہ سے یہ دودھ اترا ہے، اِس بچہ کے اپنے باپ اور ماں کے حکمِ حلّت و حرمت میں آ جاتے ہیں اسیطرح سسر و ساس بھی حرمتِ نکاح اور ادب و خدمت کے حق میں باپ اور ماں بن جاتے ہیں جسکا سبب نکاح کا وہی معنیٰ ضم ہے۔ نکاح ایک نئے رشتہ کو وجود میں لانے کا سبب ہے۔ اس رشتہ کا لحاظ رکھنا بہت لازم ہے۔ خصوصاً عورت؛ جو کہ اب انکے ساتھ جیون بتانے آئی ہے، کا رویّہ اور سلوک۔ جسکا حسنِ سلوک گھر کو جنت بناتا ہے۔ وہ گھر جو اب دلہن کا بھی گھر ہے۔ اس گھر کو اسی نے ہنستا بستا اور خوشیوں بھرا غنچہ بنانا ہے۔ جو آنے والی کلیوں کی خوشیوں بھری قلقاریوں سے گونجتا، آرزوؤں کے پھولوں سے مہکتا، محبت و سکون کی کہکشاؤں میں جھولتا سدا آباد گلشن ہوگا۔

شوہر کی خدمت اور اسکی دلجوئی میں اسکے والدین کو بہت اہمیّت کا مقام حاصل ہے۔ جب شوہر پر اپنے والدین کی ہر طرح کی ذمہ داری ہے تو اسکی شریکہء حیات پر بھی فرض ہے کہ اپنے سسر اور ساس کو اپنے سلوک اور توجہ سے اپنا ہمدرد اور خیر خواہ بنائے تا کہ وہ بھی اسے اپنی پیاری بیٹی کا درجہ دینے میں بخل سے کام نہ لیں۔ بلکہ اسے اسکا صحیح مقام محبت اور عزت عطا کریں۔ اسطرح یہ گھر ایک ایسی جنت کا نمونہ پیش کریگا جو آنے والی نسل کیلیئے بہترین درسگاہ اور جائے امان ہوگی۔

یہی ہیں وہ نعمتیں جو کسی معاشرہ کو انسانی معاشرہ بناتی ہیں؛ اسلامی معاشرہ!

ماحول: اِرد گرد چونکہ شروع سے ہی باپ اور ماں ہوتے ہیں اور چند دوسرے، لھذا پہلا عکس دلِ نوزیدہ پر انہی کا پڑتا ہے۔ بچہ پر اسی کا اثر زیادہ ہوگا جو علی العموم اسکے آس پاس پایا جائیگا۔ اگر وہ باپ ہے تو وہی مؤثر ترین، اگر ماں تو پھر وہی۔ باپ گھر پر کم دستیاب ہوتا ہے بنسبت ماں کے۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ ماں پر جاتا ہے۔ اِسکی ذہنیت اگر معیاری ہو تو، جو کہ عام طور پر نہیں ہوتی، اُسکی بھی ہوگی۔ لہٰذا وہ بچہ کو سنبھالنے کی بجائے بگاڑنے میں آگے ہوتی ہے۔ مرد کو چونکہ نظامِ زندگی چلانے کی ذمہ داری فطرت سے ملی ہے، جسکا ضروری تقاضا رعب ہے۔ اور یہ ماں پر پہلی ہی ملاقات میں اپنا جلوہ دکھا چکا ہوتا ہے اسیلئے ماں، جو فطرت میں نرم ہوتی ہے، جو اسکی زندگی کے لئے لازمِ فطری ہے، لہٰذا وہ اسے اپنی کمزوری بنا دینے کی بنا پر بچہ پر قابو نہ پا سکنے کی صورت میں، اپنے شوہر کے رعب کا سہارا لیتی ہے اور بچہ کو اسکے باپ سے خوف زدہ کر دیتی ہے یہی ہے وہ بنیادی خرابی کہ بچہ باپ سے دور ہٹتا ہے اور ماں، اپنے شوہر کے، انتظامی ضرورت پر کام کرنے والے رعب کو، خود پر دباؤ قرار دیکر اپنے پر ظلم سمجھتی ہے اور انتقاماً بچہ کو اسکے باپ کے خلاف کر دیتی ہے۔ نتیجتاً بچہ باپ سے دور ہو جاتا ہے اور باپ کے رعب کو ظلم سمجھ کر ماں کو اور خود کو مظلوم فرض کر لیتا ہے۔ یہ ہر دو فرضی مظلوم متحد ہو کر نظامِ خانگی کو خراب کرتے ہیں۔ اسطرح یہ نئی نسل ایسی راہ چلتی ہے جو اچھے خصائل کی منزل پر پہنچانے کی بجائے رزائل کے اندھے کوئیں میں اسے اتار دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نظامِ فطرت یعنی اسلام کفو کو اولیت دیتا ہے۔ اس میں متعدد امور داخل ہیں جن میں ذہنی ہم آہنگی نہایت ضروری ہے۔ گر چہ اس ذہنی ہم آہنگی کو آڑ بنا کر مغرب والوں نے اس بہترین عمل کو حسب

رواجِ خود بدترین مقاصد حاصل کئے۔ مگراُن سے صَرفِ نظر، اس خوبی کی اہمیت مسلّم ہے۔

اگر اہلِ معاشرہ دوسروں کے عیب ڈھونڈنے کی بجائے اپنے آپ پر زیادہ توجہ دیں اور اپنی خامیوں کو تلاش کر کے انہیں مٹا کر انکی جگہ خوبیاں لائیں تو بیشمار مسائل تھوڑی محنت سے حل ہوسکتے ہیں، جن میں سب سے اہم تربیت اور ذہن کی اصلاح ہے۔ اور یہ کام اس وقت آسان ہوگا جب ہم اپنے پیدا کرنے اور فطرت متعین کرنے والے کو اپنا مربی (traner) تسلیم کر کے اسکے آگے سرِ تسلیم خم کردیں۔ یہ ہے وہ اہم ترین نقطہ جس پر گر انسان متفق ہوجائے تو سارے دِلدّر دور ہوجائیں۔ چنانچہ آیئے اب وہ، جو ہمارا سب سے زیادہ خیر خواہ کہ اسنے اپنے ہاں سے اسے بھیجا جو ہمارے لئے سب کچھ ہے، یعنی اللہ اور اسکا آخری نبی سیدنا محمد مصطفٰےﷺ جنکا اُسوہ ہر ایک کے لئے فوز وَ فلاح کا ضامن ہے، رہنما تا قیامت ہے، اسکی پیروی کریں۔

اُسوہءِ حسنہ یعنی شریعتِ مطہرہ۔

یہ قاعدہءِ کلیہ ہے کہ ''جسکا کھاؤ اسی کا گاؤ'' چنانچہ سچے رب کا فرمان ہے: 'اے لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے بچو...'(النساء:۱)۔

مسئلہ: نکاح اسلئے کرو کہ اپنی انسانیت کی حفاظت کرسکو اور اپنی نسل کو حسنِ شرافتِ انسانی کے ذریعہ خوب سے خوب تر بناؤ۔ جسے پاکدامنی اور بقاءِ نسلِ انسانی کہتے ہیں۔

مسئلہ۔ مہر اسلئے ادا کرو کہ تم جس سے مفاد اٹھار ہے ہو، اسے مفاد پہنچاؤ اور تمہاری زوجہ اپنی خدمت سے تمہیں مفاد پہنچائے کہ ہر ایک کو دوسرے کا پورا احساس ہوجائے کہ وہ بنے ہی ایک دوسرے کے لئے ہیں۔

مسئلہ: مہر شوہر کے ذمہ زوجہ کا حق ہے، اسلئے اسپر اسکی ادائگی فرض ہے جو معاف نہیں۔ بیوی اسے معاف نہیں کرسکتی۔ یہ ادا کرنا پڑیگا۔ کیونکہ منکوحہ کسی دباؤ، کسی ڈر یا مجبوری کو دیکھتے ہوئے ہی معاف کریگی۔ دینِ مبارک اسلام کے واجب الاحترام اماموں نے بتار کھا ہے کہ: آقاء کل ہادئ سبل سیدنا حضرت محمد المصطفٰیﷺ نے بتادیا تھا کہ توبہ کرلینے کے خیال پر گناہ کمانے والا بدترین شخص ہوتا ہے۔ اسطرح اگر بظاہر وہ مہر معاف ہو بھی جائے، تو بھی عنداللہ جرم ہے اور بھرنا پڑیگا۔ اگر شوہر ادا کیے بغیر مرے تو اسکے ترکہ سے ادا کرنا پڑیگا۔ قرض کی طرح۔ اگر ترکہ نہ ہو تو مرنے والے کے ولی مل کر ادا کرنے کے پابند ہونگے۔

مسئلہ: مہر مادی چیز ہے۔ جسے مال کہا گیا ہے۔ (النساء:۲۴) یہ اتنا ہونا ضروری ہے کہ لوگوں میں دونوں کی عزت ہو۔ بہتر ہیکہ اسکی ادائگی قبل از قول وقرار ہو۔ تا کہ عورت کا دل پہلی ملاقات سے پہلے ہی فرحت محسوس کرے اور لقاءِ ناکح کے لئے پُر جوش ہو۔ جہاں نکاح سے پہلے کی ایک نظر دلوں کو قریب لانے کا سبب ہے، وہاں یہ ادائگی ولولہ انگیز ثابت ہوتی ہے۔ اور یہ دونوں باتیں نکاح کو دوام بخشنے والا عمدہ عامل ہیں۔

مسئلہ: نکاح تا حیات ساتھ نباہنے کا نام ہے نہ کہ جز وقتی لذت اندوزی کا۔ لہٰذا کوئی سی بھی ایسی چیز جو اس بنیادی مقصد کے برعکس ہو، نکاح کو واقع ہونے سے روکدے گی۔ مثلاً وقتی نکاح، جو نکاح ہی نہیں، لہٰذا زنا ہوا۔ اسی طرح حلالہ بھی، جو بعدِ ملاپ زوجین طلاق کیساتھ مشروط ہو۔

مسئلہ: عدالت کے ذریعہ خلع لیکر کسی اور سے شادی کر لینا عورت کی بڑی غلطی ہے جو شرع کیلئے نا قابلِ قبول ہے۔ یہ خلع نہیں ہوتی۔

مسئلہ: مہر کا دوسرا نام اجر ہے، جیسا کہ فرمایا:.. ازواجك التی اتیت اُجورھنّ..(الاحزاب:۵۰){خبردار۔ لوگوں کی غلط باتوں سے مت بہکنا}

مسئلہ: دونوں حسنِ سلوک سے نئ آنے والی نسل کیلئے گھر کو محفوظ پناہ گاہ بنائیں، تا کہ وہ دوسری پناہ گاہیں ڈھونڈنے نہ نکل پڑیں۔

مسئلہ: شوہر کی ذمہ داری، روزی کمانا۔ بیوی کی ذمہ داری، اولاد سمیت شوہر کی ہر چیز کو سنبھالنا۔ سرکارِ دو عالمﷺ نے فرمایا: مرد کی خوش قسمتیوں میں سے ایک قابل بیوی بھی ہے، کہ جب شوہر اسے دیکھے تو خوشی پائے، جب گھر سے دور ہو تو بیوی اسکی محافظ بن جائے، جب شوہر کہے تو بیوی مَن جائے۔ (میراث کے بارہ میں بھی لکھنا ہے۔)

مسئلہ: اخلاق کے ساتھ، بیوی کی روزمرہ ضروریات بحسبِ استطاعت، شوہر کی ذمہ داری ہیں۔

مسئلہ: باپ ماں کی خدمت کو ہرگز نہ بھولنا چاہیے۔ انکے حقوق کی ادائی فرض عین ہے۔

مسئلہ: اولاد کی تعلیم وتربیت کا ذمہ دار باپ ہے، پھر ماں۔ انہیں غلط رَوِیّوں سے بچانا سب سے اہم ہے۔

مسئلہ: ناجائز بات، کسی کی بھی ہو، نہ مانی جائے۔ لیکن اس میں بھی اخلاق کا دامن تھامے رکھنا ہوگا۔

مسئلہ: نرمی اور سختی کی حدود متعین ہیں، جن سے آگے بڑھنا منع ہے۔

مسئلہ: غصہ اور جذبات میں بہنا زیادہ تر شیطان کی طرف سے ہوتا ہے جس سے بچنا ہوگا۔ اور جلد بازی تباہ کن خرابی ہے۔

مسئلہ: نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ اس لئے ہے تاکہ وہ خود کو اس قابل ثابت کرے کہ وہ اسے نہ کھلنے دیگا اور نہ ہی اس ڈور کو ٹوٹنے دیگا۔ گویا کہ نکاح مرد کی قوت کا امتحان ہوتا ہے۔ اسکی برداشت کا، حسن تدبیر کا۔ اس رشتہ کو ٹوٹنے سے بچانا اور تاحیات باقی رکھنا فریضۂ معاشرتِ انسانی ہے۔

مسئلہ: شادی سے پہلے ہی یہ ذہن بنالیا جائے کہ نکاح کو ہمیشہ برقرار رکھنا ہے۔ اسے ایک محبت اور دائمی اتفاق کا ذریعہ سمجھنا ہے۔

مسئلہ: عورت نے جسے اپنا سب کچھ سونپ دیا ہے، اسے اپنی آبرو کا محافظ سمجھے۔ ناپسند آنے والی باتوں کو سہہ جایا کرے تاکہ اپنے محافظِ آبرو کی چھتری کے نیچے رہے۔

مسئلہ: اسلام نے رشتۂ ازدواج باقی رکھنے کیلئے کچھ جھکنے، کچھ قربان کرنے کی تعلیم دی ہے۔ (النسآء ۳۵، ۱۲۸)

مسئلہ: طلاق ایک امرِ مجبوری ہے، نہ کہ کوئی جذباتی عمل۔ مل جل رہنے کی جب ہر کوشش ناکام ہوتی ہے اور اس حسین تعلق کو برقرار رکھنے کی ہر تدبیر رائگاں جاتی ہے تب یہ دکھ دینے والا، افسوس میں مبتلاء کرنے والا، ناپسندیدہ قدم اٹھایا جاتا ہے۔ صرف اسی انتہآء کو پہنچی ہوئی صورتِ حال میں اسکی اجازت دی گئی ہے۔ ورنہ یہ حرکت اللہ تعالی ورسولہ ﷺ کو بہت بری لگتی ہے۔

مسئلہ: زوجین کے درمیان جدائی ڈالنا شیطان کا کارنامہ ہے۔

مسئلہ: طلاق ناگزیر ہوجائے تو بھی کسی اپنے سے مشورہ کئے بغیر نہ دے۔ جب دے اگر دے، تو جب عورت کی پاکی کے دن ہوں اور شوہر اس سے دور رہا ہو، تو صرف ایک طلاق دے کر بالکل چپ ہوجائے اور الگ رہنے لگے۔

اس صورت میں جب عورت کے تین بار ایامِ مخصوصہ گزر چکیں، تو اِن دونوں کو اختیار ہوگا، گر چاہیں پھر نکاح کریں۔ اس عرصہ کے دوران اس شوہر کو اختیار ہوگا کہ اپنی اس زوجہ کی طرف لوٹے (رجوع کرے)۔ اس عرصہ کو عدّت کہتے ہیں۔ یہ طلاق 'رجعی' کہلاتی ہے۔

مسئلہ: عدت کے گزرنے کے بعد مُطلّقہ اگر اُس طلاق دینے والے کے علاوہ سے نکاح کرے تو جائز ہے۔

مسئلہ: اگر شوہر ایسی طلاق دے جو بائنہ کہلاتی ہے؛ مثلاً دو طلاقیں بائنہ، اکٹھی دے خواہ الگ الگ، تو رجوع عورت کی رضامندی کی صورت میں نئے نکاح کے ذریعہ ہوگا۔ یہ نکاح خواہ عدت کے دوران ہو خواہ بعد میں۔

مسئلہ: اگر وہ طلاق دی گئی جو مغلّظہ کہلاتی ہے؛ مثلاً تین طلاقیں، ایک ساتھ دی جائیں یا نہ، اب رجوع ممکن نہیں، اِلّا یہ کہ مطلقہ عدت پوری کر کے طلاق دینے والے کے علاوہ سے غیر مشروط نکاح کرے وہ دونوں جنسی ملاپ کریں پھر یہ شوہر اپنی اسی مجبوری پر طلاق دے جو پہلے مذکور ہوچکی، یہ مطلقہ عدت کے بعد پہلے شوہر سے اپنی رضامندی سے نیا نکاح کرسکتی ہے۔

ایک ساتھ تین طلاق دینے سے تین ہی واقع ہوتی ہیں۔ یہ مسئلہ صحیح بخاری اور دوسری کتبِ حدیث بالخصوص موطا امام مالک کی حدیثوں میں آیا ہے۔ اور چاروں اماموں اور انکے بعد کے زمانوں کے عظیم فقیہوں کے اجماع سے غیر اختلافی مسئلہ ہے۔ جو اس سے انحراف کرے گا وہ بہت بڑے گناہ کا مرتکب ہوگا۔ (دیکھو طحاوی شریف)

مسئلہ: ہر نکاح مہر لازم کرتا ہے۔ (خواہ ایک جوڑا کپڑے، مقرر شدہ کا نصف، مقرر شدہ پورا، خواہ مثلی۔)

مسئلہ: مقررہ مدت / مقررہ تعدادِ مباشرت پر نکاح نہیں ہوسکتا۔ یہ بھی زنا ہے۔ اور اسپر لیا دیا، جنا حرام۔ زنا بارِضا ہی ہوتا ہے۔

مسئلہ: خلع۔ اگر بیوی شوہر سے طلاق چاہے کہ وہ مہر یا اسکا کچھ حصہ واپس کرتی ہے تاکہ طلاق پاسکے۔

مسئلہ: فسخ۔ اگر عدالت کے ذریعہ طلاق چاہے۔ اور اسکے لیئے اگر غیر شرعی وجہ بیان کی جائے جیسا کہ ان دنوں عدالتی طلاق، جو درحقیقت شرعی نہیں، تو نکاح برقرار رہتا ہے۔

مسئلہ: علی العموم مفتی دولت لیکر لوگوں کی منشاء کے مطابق تحریر جاری کر دیتے ہیں جو ناجائز ہے۔ یہ فتوٰی نہیں، فریب ہے۔

مسئلہ: نکاح پر نکاح حرام کاری ہی ہے۔

مسئلہ: والد نابالغ کا نکاح کرتا ہے۔ جسکے احکام تفصیلی ہیں۔

مسئلہ: کم عمری کی شادی شرعاً جائز ہے۔ جسکے بہت فائدے ہیں۔ البتہ بتقاضاءِ حالات خوفِ خدا رکھنے والا حاکم، بعض صورتوں میں پابندی لگا سکتا ہے۔

بالغ، باشعور عورت اپنا نکاح غیر اذنِ ولی کر سکتی ہے۔ مگر اسکو رواج دینے میں کئی قباحتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اولیاء، بالخصوص والد کا رتبہ بری طرح متاثر ہوتا ہے جو حقوقِ انسانی میں بھی آتا ہے۔ نیز آوارگی وبا کی طرح پھیلتی ہے جو خود عورت کو لے ڈوبتی ہے۔ بے حیائی کا دور دورہ ہو جاتا ہے جو غیر انسانی طرزِ معاشرت ہے۔ اسلئے اسکی حوصلہ افزائی اقدار کی تباہی ہوگی۔

توجہ: حقوقِ انسانی کی حفاظت اسلام کرتا ہے اور اسکے احکام تفصیل سے کتبِ فقہ اور اخلاق میں مرقوم ہیں۔ ان احکام کو غور سے پڑھو! ان سے پتہ چلتا ہے کہ اسلام معاشرت کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔ نکاح میں کشش ہے۔ سکون ہے۔ عزت ہے۔ حرام سے بچاؤ کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے شریفانہ ذریعہ ہے۔ گھر شریف ہو تو معاشرہ شریف ہوگا اور، ولقد کرمنابنی آدم فرمانے والا راضی۔ ورنہ آدمی کا دامن داغدار اور وہ سیاہ کار۔ طلاق اجاڑنے والا عمل ہے۔ جو مل جل کر رہنے والے انسان کی سرشت سے مطابقت نہیں رکھتا۔ زندگی کو بدنما بناتا ہے اور انسانی وقار پر حرف لاتا ہے۔ یہ اگر ظالمانہ ہوگی تو دامنِ عفت پر دھبہ لگے گا۔ اسی لئے فرمایا، "الصلح خیر" [بھلائی اندر صلح صفائی ہے۔] بھڑکانے، جدائی کیطرف حالات کو لیجانے والے سے بچ۔ اسکی مان جسنے انسان کو اُنس والا بنایا۔ <u>وہی تیرا رب</u> ہے۔ اس سے توڑ جو تجھے اپنے سے توڑنے میں لگا ہے <u>وہ تیرا دشمن ہے</u> کہ فرمایا: انّ الشیطان لکم عدوٌ۔

داماد: اس رشتہ کو عربی میں "مصاہرت" کہتے ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰؓ کے بارہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان الغنی سے کہا: تمہیں بھی نبی پاک ﷺ کی مصاہرت سے حصہ ملا ہے۔ (نہج البلاغہ) اس سے انسان کا ایک نیا تعلق قائم ہوتا ہے۔ یہ تعلق بعض حلال کو حرام اور بعض حرام کو حلال کرتا ہے۔ یہاں وہی 'ضم' کارفرما ہے۔ جسکے سبب (دیکھو: لاتنکحوا مانکح آبآ ئکم ۔ اور، وربآ ئبکم التی ... النساء) زوجین کے ماں باپ کے درمیان، رشتہ داروں کے ساتھ رشتہ، ایسے احکام نافذ کر دیتا ہے جو اپنوں کی وجہ سے تھے۔ اس لئے انکو اپنا مان لینا رشتہ ءِ زوجیت کو ماننا ہے۔

ہر کسی کا ایک رتبہ ہے، ہر کسی کا ایک حق ہے، ہر کسی پر کچھ فرض ہے، سب کا لحاظ بقاءِ معاشرتِ انسانی ہے۔

ہمسایہ:

زندگانیءِ فانی میں رشتہ داروں کے بعد جسکی اہمیت ہے وہ ہے ہمسایہ۔ اسے عربی میں جار کہتے ہیں۔ اسکا معنی ہے کھینچ کے ملانے والا۔ اسی واسطے یہ کچھ باتوں میں اپنوں جیسا ہوتا ہے۔ حیرت ہوتی ہے اُس بگڑی عقل پر کہ جو جتنا قریب ہوتا ہے، اس سے تعلق اتنا ہی خراب رہتا ہے۔ حالانکہ قرب تو اُنس کا سبب ہوتا ہے۔ دیکھتے نہیں کہ سفر میں، جہاں کہ عارضی ساتھ ہوتا ہے، ساتھیوں سے ایک طرح کا تعلق قائم ہو جاتا ہے۔ عارضی ہی سہی! تو جن کا ساتھ مدامی ہوتا ہے انسے اُنس دوامی ہونا چاہیئے؛ کہ نہیں؟ غیروں سے پیار اور اپنوں سے بَیر، ہے ناں <u>نامعقولیت؟</u> ہمسایہ تو بعض امور میں رشتہ داروں پر ترجیح پا جاتا ہے۔ لہٰذا جسکا جو مقام و مرتبہ ہو، اسے اسی سلوک کا حقدار تسلیم کیا جانا چاہئے۔

==========+ حقوق کی ادائگی انسانیت کی تکمیل کرتی ہے؛ ورنہ تو رہ جاتی ہے چنگیزی۔

<u>صحابۃ الرسول کی زندگی کا مطالعہ کریگا تو جینے مرنے کی لذت سے آشنا ہو جائیگا۔ جنہیں رسول اللہ نے پالا، انہیں پا لے! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔</u>

ایک داناءِ راز سے پوچھا گیا: بھائی اچھا یا دوست؟ جواب دیا: "وہ بھائی اچھا جو دوست ہو!"